سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور میں

شریف کنجاہی

یہ غالباً ۱۹۳۵ کی بات ہے۔ کنجاہ کی ایک اس دور کی علاقے کے حوالے سے معروف دینی، سیاسی اور سماجی شخصیت مولوی محمد عبد اللہ سلیمانی صاحب نے کنجاہ میں انجمن اسلامیہ کے زیر اہتمام ایک دو روزہ اجتماع کا اہتمام کیا تھا۔ اجتماع کے دو مقاصد تھے۔ ایک یہ کہ اس کے ذریعے گردو نواح کے لوگوں کو انجمن کے تعلیمی اور دینی نصب العین سے آگاہ کیا جائے جس نے کنجاہ میں ڈسٹرکٹ بورڈ مڈل سکول کے بند ہو جانے پر اس عمارت کو ننانوے سال کے لئے پٹے پر لے کر اس میں اسلامیہ سکول کا آغاز کر دیا تھا اور دوسرے یہ کہ اس سکول کے اخراجات پورے کرنے کے لئے علاقے کے صاحب ثروت لوگوں کو بالخصوص اور عام مسلمانوں کو بالعموم اس ادارے کی مالی امداد کے لئے آمادہ کیا جائے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب شاہ جی مرحوم بلاشبہ پنجاب کی مقبول ترین سیاسی، سماجی اور مذہبی شخصیت کے طور پر اُبھر چکے تھے اور جہاں بھی جاتے ان کی شیریں بیانی اور اثر آفرینی مردوں عورتوں کو ایک دوسرے سے بڑھ کر مالی ایثار پر اکساتی رہتی تھی۔ کنجاہ میں شاہ جی کو اس نیک مقصد کے لئے بلایا گیا تھا۔ اور یوں میرے مقدروں میں ان کی زیارت ہی نہیں تھی ان سے وابستگی بھی تھی کہ ایسے اجتماعوں میں مقامی نوخیز و تک بازوں کو ہی موقعہ دیا جاتا تھا اور ان میں ہی ایک میں بھی تھا۔

شاہ جی اگرچہ مولوی صاحب ہی کے مہمان تھے لیکن گجرات کے ایک اس سکول کے ٹیچر سید غلام عباس جیلانی کی خواہش پر شاہ جی نے ان کے پاس ٹھہرنا قبول کر لیا۔ عباس صاحب سے میرے مراسم تھے اور یوں وہ دونوں دن میں نے بھی شاہ جی کے قریب گزارے۔ اور انہوں نے مجھے مشورہ دیا کہ کسی سے اصلاح لیا کروں۔ بلکہ خود ہی حفیظ جالندھری صاحب کی طرف تعارفی رقعہ لکھ دیا جس کا حفیظ صاحب نے پورا پورا احترام کیا۔

اس مختصر سے قیام کنجاہ میں بعض باتوں نے مجھے خاص طور پر متاثر کیا۔ ان کا عباس صاحب کے سادہ سے ڈیرے میں قیام پر آمادہ ہو جانا ان کے عوام دوست ہونے کا مظہر تھا۔ اور ان کا کہنا تھا کہ اسلام کی حقیقی روح یہی ہے کہ عالموں سیاست دانوں اور معاشرتی اصلاح کرنے والوں کے درمیان وہ دیوار یا پردہ حائل نہ ہو جس سے دونوں میں دوری کا امکان ہو۔ میں نے شاہ جی کو اس پر عمل کرتے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے عباس صاحب کو کسی قسم کے پُر تکلف کھانے کے اہتمام سے منع کر دیا تھا۔ ان کا لباس بھی اس قدر سادہ تھا جس قدر ان کا مزاج۔ ان میں شگفتہ مزاجی بھی تھی اور ان کی محفل میں آدمی بور نہیں ہوتا تھا۔

شاہ جی کا شعری ذوق بھی خوب تھا۔ اور فارسی سے میری دلچسپی کا اندازہ لگا کر مجھے ابھی تک یاد ہے کہ انہوں نے مجھے یہ دو شعر اپنے مخصوص انداز میں سنائے بھی اور سمجھائے بھی۔

حلالم باد مستی ہا مبارک سینہ چاکی ہا
قدح بیہودہ و گل در گریباں کردہ می آید
حزیں امشب نگاہی رہزنی می خانہ پردازش
زمستی تکیہ ہر جانب بمژ گان کردہ می آید

اسی طرح انہوں نے فرمایا کہ مجھے غالب کا یہ شعر بہت پسند ہے۔

حیف کہ من بخوں تپم وزتو سخن رود کہ تو
اشک بدیدہ بشری نالہ بسینہ بنگری

اور مجھے یاد ہے کہ میں نے شاہ جی کو اسی وزن و بحر میں ایک غزل ارسال کی تھی جو کچھ یوں تھی۔

اے کہ تری نگاہ سے ذرے بھی مہر خاوری
لغزش پائے شوق ہے برق کی نور گستری
جب کہ تری تجلیاں ساقی بزم طور ہوں
رند کولن ترانیاں درس حدیث می خوری

ان دنوں میں فارسی میں بھی طبع آزمائی کرنے لگا تھا اور جب ایک فارسی غزل شاہ جی کو ارسال کی تو انہوں نے مجھے مشورہ دیا کہ میں ایک ہی زبان کو ذریعہ اظہار بناؤں۔ لیکن ایسے مشورے عمر کے ایک حصے میں شعری رجحان رکھنے والوں کو بعض اوقات "راس نہیں آتے" حالانکہ وہ صائب اور مفید ہوتے ہیں۔

میں کئی بار شاہ جی کے پاس امرتسر گیا۔ اور ان کے رہن سہن کو وہاں بھی اسی قدر سادہ پایا جس قدر میں نے کنجاہ میں پایا تھا۔ اور جب ان کی مجلس احرار، شہید گنج کے ملبے تلے دب گئی اور شاہ جی بھی اس سے بچ نہ سکے اس وقت میں نے ان سے دو ایک بار ملنے کا شرف حاصل کیا۔ اب وہ رب اھد قومی انہ لا یعلمون (۱) کی تصویر خاموش تھے۔ اور پھر جلد ہی برصغیر کی تقسیم ہو گئی۔ شاہ جی واہگہ پار کر کے آ گئے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ انہوں نے کیا کھویا اور کیا پایا۔ ان کی اولاد کا ماضی و حال سب کے سامنے ہے۔ اور ان خواہر زادوں کا بھی جو گجرات میں مقیم ہیں۔ انہوں نے نہ ان کے اخلاف نے سودا بازی کی۔ اور یہ وہ روایت تھی۔ جو پاکستان بننے سے پہلے لیڈروں کا طرہ امتیاز ہوتی تھی۔ اس دور کے کسی لیڈر پر زراندوزی کا الزام نہیں لگایا جا سکتا کہ ان کی زندگیاں لوگوں کے سامنے ہیں۔ ان کا رہن سہن لوگوں کے سامنے تھا۔ وہ اپنے عقائد میں پکے ہوتے تھے۔ صرف ایک لیڈر نے پارٹی بدلی تھی اور اسے "لوٹا" کہا جانے لگا تھا۔ (۲) کاش آج ایسے صاحب کردار لوگوں کے اختلاف فکری پر ناک چڑھانے والے بلکہ ان کو غدار تک کہہ جانے والے ان کی زندگی کے اس مرکزی رویے سے بھی کچھ سیکھیں۔ کہ وہ لوگ کتنے لاطمع تھے۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

(۱) اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے کہ وہ نہیں جانتے (میں کون ہوں) نبی کریم علیہ السلام نے طائف کے جاگیرداروں کے مظالم کے موقع پر یہ دعاء ارشاد فرمائی۔

(۲) ڈاکٹر محمد عالم جو پارٹیاں بدلنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔